پاکستانی معاشرے میں شادی بیاہ سے متعلق حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج کا شرعی جائزہ

Rites & Customs Against Women's Rights related to Marriages in Pakistani Society: An Evaluation in Light of Shari'a

ڈاکٹر ابظاہر خان[i] ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء[ii]

Abstract

Allah has created men and women for the satisfaction of each of the two genders, but this objective is possible only when both these two genders show regard for all those rights which Islamic jurisprudence has granted them. Rights offered by Islamic Jurisprudence guarantee tranquility of domestic and social life. But unfortunately in Pakistani society in general and tribal society in particular, fair sex is kept deprived of her basic rights and emancipation. Because of this injustice, in these areas women are victim of different sorts of psychological diseases and fear. These negative things are the reasons of failure of our fair sex to perform her social responsibilities and this proves as deadly poison for healthy society. Quite a large number of organizations have been working for women's rights since long now and legislative assemblies also make laws from time to time in this regard but till now Pakistani and particularly tribal women's miserable conditions make it almost impossible to bring any solid improvement. That's why a dire need is felt that all these rites and customs against women's rights must be evaluated in light of principles of Islamic jurisprudence keeping in view the religious mindedness of Pakistani society and then the suitable solution can be offered. In under discussion article, an evaluation of rites and customs against women rights of Pakistani society has been presented, particularly tribal traditions in connection with inheritance, marriages and social status of women have been discussed.

Keywords: Rites & Customs, Women's Rights, Marriages in Pakistani Society

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پروفیسر علوم اسلامیہ و ڈین فیکلٹی آف دراسات اسلامیہ والسنہ الشرقیہ، یونیورسٹی آف پشاور

اللہ تعالی نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کے لئے سکون کا باعث بنایا۔ لیکن اس مقصد کا حصول ممکن ہے جب دونوں صنف ایک دوسرے کے ان حقوق کی پاسداری کریں جو شریعت اسلامی نے ان میں سے ہر ایک کو عطا کی ہیں۔ شریعت کے مقرر کردہ حقوق ہی میں گھریلوں سکون اور معاشرتی زندگی کی ضمانت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستانی معاشرے اور خاص طور پر قبائلی معاشرے میں صنف نازک کو اپنے بنیادی حقوق اور آزادی سے محروم رکھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان علاقوں کی عورتیں مختلف قسم کی نفسیاتی امراض اور خوف کا شکار رہتی ہیں۔ انہیں وجوہات کی بنا پر یہاں کی عورتیں اپنی معاشرتی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہتی ہیں جو ایک صحتمند معاشرے کے لئے زہر قاتل ہے۔ اگرچہ ایک عرصہ سے بیسیوں تنظیمیں خواتین کے حقوق کے لئے کام کر رہی ہیں اور قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعے قوانین بھی بنائے جا رہے ہیں، لیکن تاحال پاکستانی اور خاص طور پر قبائلی عورتوں کے حالات میں نمایاں بہتری لانے کو ممکن نہیں بنایا جا سکا ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ پاکستانی معاشرے کے مذہبی ذہنیت کو مدنظر رکھ خواتین کے حقوق کے منافی رسوم ورواج کو اصول شریعت کی روشنی میں جانچا جائے اور ان کا مستقل حل پیش کیا جائے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھ کر زیرِ نظر آرٹیکل میں پاکستانی معاشرے میں رائج شادی بیاہ سے متعلق حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج کا شرعی جائزہ پیش کیا گیا۔ جس میں خاص طور پر نکاح اور عورت کے معاشرتی مقام سے متعلق قبائلی روایات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ چونکہ پاکستانی معاشرہ مذہب سے لگاؤ رکھنے والا معاشرہ ہے اس لئے ان معاشرتی برائیوں اور صنفی امتیاز کے متعلق شریعت کا نقطۂ نظر سامنے لانا عوامی سطح پر ان کے خاتمے میں معاون ہوگا۔ اس کے ساتھ یہ تحقیق ان رسوم ورواج سے متعلق موجود وضعی قوانین کو مؤثر بنانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اس تحقیقی مقالے کی تیاری میں مختلف رسوم ورواج کے تعارف کے لئے قبائلی تہذیب وثقافت اور روایات پر لکھی گئی کتب کی طرف رجوع کیا گیا جبکہ مذکورہ رسوم ورواج کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور کتب فقہ سے استفادہ کیا گیا۔

یہ تحقیقی مقالہ تین اجزاء پر مشتمل ہے: پہلے جز میں رسم ورواج کی تعریف اور اصول شریعت کی روشنی میں عورتوں کے حقوق کا جائزہ لیا گیا ہے، جبکہ دوسرے جز میں شادی بیاہ سے متعلق حقوق نسواں کے منافی رسوم کا تعارف اور ان کا شرعی حکم ذکر کرکے عورتوں کے حقوق پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالے کے آخری میں ان رسوم ورواج کے خاتمے کے لئے تجاویز اور مقالے سے اخذ شدہ نتائج بیان کئے گئے ہیں۔

رسم ورواج کا لفظی واصطلاحی مفہوم

رسم ورواج کے لئے عام طور پر عرف وعادت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی جاتی ہے:

"عرف لغت میں ایسے کام کو کہتے ہیں جو لوگوں کے درمیان معروف ہو[1] اور اصطلاح میں ایسے اقوال وافعال جو معاشرہ میں رائج ہوں اور لوگ اس پر عمل پیرا ہو[2]۔"

"قبائلی معاشرے میں ان قبائلی روایات کو رواج کہا جاتا ہے جو کہ زندگی کے طور طریقوں پر مکمل طور پر حاوی ہو، یہاں تک کہ اس کے مقابلے میں شریعت کے قانون کو بھی چھوڑا جاتا ہے[3]۔"

فقہاء نے عرف کو احکام میں معتبر مانا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کسی نص سے اس طرح متعارض نہ ہو کہ نص کا ترک لازم آئے[4]۔

شریعت اسلامی میں عورت کا مقام

شریعت اسلامی نے ابتداء ہی سے عورتوں کے حقوق کی پاسداری پر زور دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب معاشرے میں عورتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے کتنے ظالمانہ رسوم ورواج تھے، اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ان کا خاتمہ فرمایا۔ ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں عورتوں کے مقام کا جائزہ لیا جائے گا۔

الف: اعمال کے جزا میں برابری

اسلام نے کئی معاملات میں مرد وزن میں برابری کا درس دیا، جیسے اعمال کے جزا میں مرد کو عورت پر کوئی فوقیت نہیں دی گئی، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا[5]

"اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو، سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا حق تل بھر ضائع نہ ہوگا۔"

ب: حقوق میں مساوات

اسی طرح مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے پر حقوق میں بھی مساوات وبرابری رکھی گئی، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[6]

"اور عورتوں کا بھی حق ہے جس طرح مردوں کا ان پر حق ہے۔"

ج: حصول تعلیم کے حق میں برابری

اسلام نے جس طرح مرد کے لئے تعلیم لازمی قرار دی ہے، اسی طرح عورت کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا مکلف بنایاہے تاکہ وہ بھی معاشرے سے عضو معطل نہ رہے بلکہ اس کی ترقی و بھلائی میں اپنا حصہ ڈال سکیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے علیحدہ دن مقرر کیا تھا، جیسے صحیح البخاری کی ایک روایت میں آتا ہے:

فاجعل لنا يوما من نفسك فوعدهن يوما لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن[7]

" (یارسول اللہ ﷺ) اپنی طرف سے ہمارے لئے ایک دن مقرر کیجئے تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا، اس دن آپ ان سے ملتے، انہیں نصیحت کرتے اور احکام کی تعلیم دیتے۔"

د: ذاتی معاملات میں اختیار

شریعت اسلامی نے تو عورتوں کو ان کی ذاتی معاملات میں مکمل اختیار دیا، جیسے نکاح کے معاملے میں ان کو اس حد تک اختیار دیا کہ عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا[8] اور بالغہ عورت کے نکاح کو ان کی اجازت پر موقوف کردیا[9]۔

پاکستانی معاشرہ میں شادی بیاہ سے متعلق حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج

1: سورہ (ونی) کا تعارف

قبائلی معاشرے میں دو خاندانوں کے درمیان تنازعات کے خاتمے کے لئے جو لڑکی بدل صلح کے طور پر دی جاتی ہے اسے سورہ یا ونی کہتے ہیں۔ سورہ کی رسم عموماً دو طرح کے تنازعات میں بروئے کار لائی جاتی ہے کہ ایک خاندان کا فرد دوسرے خاندان کے فرد کو قتل کرے یا ایک خاندان کا کوئی مرد دوسرے خاندان کی عورت سے بدکاری کا مرتکب ہو[10]۔

سورہ (ونی) کا شرعی حکم

اصول شریعت کی روشنی میں دیکھا جائے تو سورہ (ونی) میں حرمت کی کئی وجوہات موجود ہیں، جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى[11]

"کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ فرماتے ہیں:

رد على ما كان عليه العرب في الجاهلية من مؤاخذة الرجل بجريمة أبيه وابنه وحليفه[12]

"جاہلیت میں انسان کو اس کے باپ، بیٹے یا دوست کے جرم میں سزا دی جاتی، اس آیت میں جاہلیت کے اس رسم کی تردید کی گئی۔"

اسی طرح سورۃ النجم کی آیت 36تا38 کی تفسیر میں علامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

كَانُوا قَبْلَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْخُذُونَ الرَّجُلَ بِذَنْبِ غَيْرِهِ كَانَ الرَّجُلُ يُقْتَلُ بذنب أَبِيهِ وَابْنِهِ وَأَخِيهِ وَامْرَأَتِهِ وَعَبْدِهِ حتى كان إبراهيم فَنَهَاهُمْ عَنْ ذَلِكَ وَبَلَّغَهُمْ عَنِ اللَّهِ أَلَّا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى[13]

"سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے میں انسان کو اس کے باپ، بیٹے، بھائی، بیوی اور غلام کے جرم کی سزا دی جاتی تھی یہاں تک سیدنا ابراہیمؑ تشریف لائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

سورہ (ونی) میں بھی لڑکی کو اس کے باپ، بھائی، چچا یا خاندان کے کسی اور مرد کے جرم کے بدلے میں دیا جاتا ہے اور مذکورہ بالا آیات سے اس عمل کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس عمل کی حرمت بیان ہوئی ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ[14]

"اس کی جرم کا بدلہ تم پر نہیں اور تمہارے جرم کا بدلہ اس پر نہیں۔"

محدثین نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں باپ، بیٹے سے ایک دوسرے کے جرم کا بدلہ لیا جاتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ اس رسم بد کی تردید فرمائی[15]۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ألا لا يجني جان إلا على نفسه لا يجني والد على ولده ولا مولود على والده[16]

"سن لو! جنایت والے کا بدلہ مجرم کے باپ یا بیٹے پر نہ ہو گا بلکہ خود مجرم پر ہو گا۔"

اسی مضمون و مفہوم کی حامل کثیر روایات کتب حدیث میں جابجا موجود ہیں جن میں واضح الفاظ کے ساتھ غیر مجرم کو مجرم کے جرم کی سزا دینے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ رسم سورہ میں کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں سورہ کی حرمت کی ایک اور وجہ بھی موجود ہے، جیسے سنن ابی داؤد میں روایت ہے:

الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا أحل حراما أو حرم حلالا[17]

"مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر جو صلح حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے وہ ناجائز ہے۔"

اس حدیث مبارکہ میں ایسی صلح کی ممانعت آئی ہے جس میں حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کی شرط رکھی جائے، رسم سورہ میں آزاد لڑکی کو بدل صلح کی صورت میں مال بنایا جاتا ہے اور آزاد کو مال بنانا حرام ہے، لہٰذا ایسی صلح ہی ناجائز ہے جس میں سورہ کو

بدل صلح بنایا جائے۔ کتب فقہ میں بھی یہ قاعدہ لکھا گیا ہے کہ صلح میں بدل مال صرف اس چیز کو بنایا جاسکتا ہے جو نکاح میں مہر اَدی جاسکتی ہو جیسے علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

کل ما یصلح أن یکون صداقا في النکاح یصلح أن یکون عوضا في الصلح[18]

"ہر وہ چیز جو نکاح میں مہر بننے کے قابل ہو وہ صلح میں عوض بن سکتی ہے۔"

چونکہ آزاد مال نہیں، اس لئے اس میں نکاح میں مہر اور صلح میں عوض بننے کی صلاحیت موجود نہیں، لہٰذا ایسی صلح باطل ہو گی جو آزاد لڑکی کے عوض طے پائی جائے۔

سورہ کی تعریف میں بتایا جاچکا ہے کہ کبھی سورہ اس صورت میں بھی بطور بدل صلح دی جاتی ہے، جس میں ایک خاندان کا لڑکا دوسرے خاندان کی لڑکی سے بدکاری کا مرتکب ہو، حالانکہ اگر یہ جرم ثابت ہو جائے تو یہ حدود اللہ کے زمرے میں آتا ہے اور حدود اللہ میں ثبوت کے بعد صلح یا اسقاط کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں، جیسے صحیح البخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے جب اپنے بیٹے کی بدکاری کی سزا سے بچانے کے لئے متاثرہ لڑکی کے خاندان والوں کو ایک باندی اور سو(100) بکریاں دیں تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں معاملہ اٹھانے کے بعد آپ ﷺ نے اس عقد کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

والذي نفسي بیده لأقضین بینکما بکتاب الله أما غنمك وجاریتك فرد علیك وجلد ابنه مائة وغربه عاما[19]

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ باندی اور بکریاں تجھے واپس کر دی جائیں گی اور تیرے بیٹے پر سو دروں اور ایک سال جلاوطنی کی سزا جاری ہو گی۔"

اس حدیث میں حدود اللہ کے زمرے میں آنے والے جرم یعنی بدکاری سے صلح اور اس نتیجے میں طے پانے والے عقد کو باطل ٹھہرایا گیا اور سورہ میں بعینہ یہی صورت ہوتی ہے، اس لئے اس حدیث کی رو سے سورہ پر صلح مکمل طور پر ناجائز اور قابل فسخ ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی مد نظر رہے کہ رسم سورہ میں دی جانے والی لڑکی کو محض اس لئے دشمن خاندان کو دیا جاتا ہے کہ خاندان کے کسی مرد کو سزا سے بچایا جاسکے۔ اس صورت حال میں لڑکی کی مرضی کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، حالانکہ نکاح میں بالغہ لڑکی سے اجازت لینا شریعت کا حکم ہے[20] جبکہ نابالغہ لڑکی کی نکاح میں اگرچہ باپ اور باپ کی غیر موجودگی میں دادا کو مکمل اختیار دیا گیا ہے[21] لیکن اگر کسی طمع، لالچ یا بے وقوفی کی وجہ سے باپ یا دادا کا سوء اختیار ثابت ہو جائے تو پھر ان کا اختیار باطل تصور ہو گا اور نکاح منعقد نہ ہو گا، جیسے علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

لو عرف من الأب سوءالاختیار لسفهه أو لطمعه لا یجوز عقده إجماعا[22]

"اگر بے وقوفی یا لالچ کے سبب باپ سوء اختیار میں مشہور ہو، تو اس نکاح کرانا جائز نہ ہو گا۔"

چونکہ سورہ کی صورت میں باپ اپنے آپ یا خاندان کے کسی مرد کو بچانے کے لئے اپنی بیٹی کو دشمن خاندان کے حوالے کرتا ہے اور بسااوقات اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس کی بیٹی کی شادی کس سے طے کی جائے گی بلکہ مخالف فریق یا جرگہ کو اس کے نکاح کا اختیار دیتا ہے، اس معاملے میں باپ کا سوء اختیار مکمل طور ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرانا کسی شفقت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے، لہٰذا اس کا اختیار باطل اور نکاح کرانا ناجائز ہو گا۔

مذکورہ بالا دلائل سے رسم سورہ (ونی) کا شرعی حکم واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ متعدد حرام افعال کا مجموعہ اور شریعت کے اصولوں سے متصادم ہے۔

عورتوں کے حقوق پر سورہ (ونی) کے اثرات

سورہ (ونی) میں دی جانے والی لڑکی کو اکثر ان حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، جو شریعت نے بطور بیوی اس کو عطا کئے ہیں۔ ابتدائی طور پر جب وہ خاندان کے کسی مرد کے جرم کے بدلے میں دی جاتی ہے تو اسے یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے ساتھ اس کا نکاح طے کیا گیا ہے کیونکہ اکثر یہ اختیار جرگہ یا مخالف خاندان کے سپرد کیا جاتا ہے، جس سے نکاح میں شریعت کے دیئے گئے اختیار سے لڑکی محروم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سورہ میں دی جانے والی لڑکی کو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ یہ بد (غلط عمل کے بدلے) میں آئی ہے اور نکاح کے باوجود اسے بیوی تصور نہیں کیا جاتا بلکہ وہ ایک باندی کی حیثیت سے زندگی گزارتی ہے۔ اکثر اوقات اس کے ماں باپ کے گھر جانے پر بھی پابندی ہوتی ہے اور والدین کی فوتگی کے موقع پر اسے جانے سے محروم رکھا جاتا ہے

2: ولور (دلہن کو فروخت کرنا) کا تعارف

پاکستان کے مختلف علاقوں میں دلہن کا باپ یا سرپرست لڑکی کے نکاح کے عوض لڑکے سے نقد رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، اس رسم کو ولور کہا جاتا ہے۔ اس رسم میں رقم کی مقدار لڑکی کی شکل و صورت اور خاندان کی حیثیت کے مطابق دی جاتی ہے[23]۔ آسان الفاظ میں اس رسم کو دلہن کو فروخت کرنے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ولور کا شرعی حکم

شریعت کے اصول کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو رسم ولور یعنی دلہن فروخت کرنے میں حرمت کی کئی وجوہات موجود ہیں۔ اس رسم میں آزاد لڑکی (دلہن) کو مال کے عوض فروخت کیا جاتا ہے، حالانکہ آزاد انسان کو فروخت کرنے کی ممانعت آئی ہے، جیسے ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں تین افراد سے جھگڑا کروں گا، پھر ان تین افراد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رجل باع حرا فأكل ثمنه[24]

"وہ شخص جو آزاد کو بیچ کر اس سے حاصل شدہ قیمت کھاتا ہے۔"

اس حدیث مبارک میں واضح طور پر آزاد کے بیچنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی کا سبب بتایا جو اس عمل کی حرمت پر دلالت کرتا ہے، جبکہ رسم ولور میں دلہن جو کہ آزاد لڑکی ہوتی ہے، کو فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ قیمت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا شریعت کی نظر میں یہ عمل حرام و ناجائز ہے۔

رسم ولور میں اگر باپ اپنی نابالغ بیٹی کے نکاح کے عوض پیسے لیتا ہے تو اگرچہ نابالغ کے نکاح کا اختیار باپ کو دیا گیا ہے لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ اگر باپ کی طرف سے لالچ یا بے وقوفی کی وجہ سے سوءاختیار ثابت ہو تو پھر اس کا اختیار باطل ہوگا اور اس کا نکاح کرانا جائز نہ ہوگا۔ رسم ولور میں باپ پیسوں کی خاطر اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرا دیتا ہے، لہٰذا اگر وہ کفاءت اور مفاد کو فراموش کر کے محض پیسوں کے عوض اس کا نکاح کراتا ہے تو جائز نہ ہوگا۔

رسم ولور میں بھی ونی کی طرح بالغہ لڑکی سے اس کی رضا معلوم نہیں کی جاتی، حالانکہ ماقبل گزر چکا ہے کہ شریعت نے بالغہ لڑکی کو اس کے نفس کا اختیار دیا ہے اور نکاح میں اس کی رضا معلوم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اولیاء کی طرف سے لڑکی کو مجبور کر کے اس کا نکاح کرا دینے کی صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح منعقد نہ ہوگا جبکہ احناف کے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا[25]، لیکن بہر صورت ایسا کرنا شریعت کے ایک صریح حکم کی خلاف ورزی ہے۔

عورتوں کے حقوق پر ولور کے اثرات

ولور میں لڑکی کو چونکہ پیسوں کے عوض فروخت کر دیا جاتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت ایک بیوی کے بجائے قابل فروخت سامان کی ہوتی ہے اور وہ نکاح میں اختیار کے بنیادی حق سے محروم ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی بلکہ کسی بھی قسم کی صورتحال میں لڑکی اور اس کے والدین کو کسی فیصلے کا اختیار نہیں ہوتا۔

3: وٹہ سٹہ (بدل) کی تعریف

قبائلی روایات کے مطابق ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ اس شرط پر دوسرے کو دیتا ہے کہ وہ شخص بدلے میں اسے اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ دے گا، شادی کے طریقے کو پشتون علاقوں میں بدل اور دیگر علاقوں میں وٹہ سٹہ کہا جاتا ہے[26]۔ شرعی اصطلاح میں اسے نکاح الشغار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وٹہ سٹہ (بدل) کا شرعی حکم

نکاح الشغار یا وٹہ سٹہ میں بعض اوقات مہر مقرر نہیں کی جاتی بلکہ ایک لڑکی کے بدلے دوسری لڑکی دی جاتی ہے، حالانکہ حدیث مبارک میں اس کی ممانعت آئی ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الشغار والشغار أن يزوج الرجل ابنته على أن يزوجه ابنته وليس بينهما صداق[27]

" رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا، شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا رشتہ اس شرط پر دے کہ دوسرا اس کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے اور دونوں کے لئے مہر مقرر نہ کی جائے۔"

اسی طرح وٹہ سٹہ میں ایک نکاح کو دوسرے نکاح سے مشروط کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ شرط فاسد ہے۔ نکاح الشغار کے متعلق شوافع اور احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر مہر مقرر کی جائے تو عقد صحیح ہوگا[28]، لیکن مہر مقرر نہ ہو تو احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہوگا۔ بلکہ امام مالکؒ کے نزدیک دونوں نکاح ایک دوسرے پر موقوف ہونے کی وجہ سے قابل فسخ ہیں[29]۔ لہٰذا اس معاملے میں احتیاط اسی میں ہے کہ امام مالکؒ کے قول پر عمل کیا جائے اور ایک نکاح کو دوسرے کے ساتھ مشروط نہ کیا جائے اور ساتھ ہر ایک کے لئے مہر مقرر کی جائے۔

عورتوں کے حقوق پر وٹہ سٹہ کے اثرات کا جائزہ

وٹہ سٹہ میں چونکہ ایک لڑکی کے رشتے کو دوسری لڑکی کے رشتے سے مشروط کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں میں سے کوئی بھی لڑکی نکاح میں اپنا اختیار استعمال نہیں کر سکتی۔ شادی کے بعد ایک لڑکی کے حالات کا دارومدار دوسری لڑکی کے حالات پر ہوتا ہے، اگر ایک لڑکی پر تشدد کیا جاتا ہے یا حقوق سے محروم کی جاتی ہے تو دوسری لڑکی کو بھی ویسی ہی صورتحال کا سامنا رہتا ہے۔ اسی طرح وٹہ سٹہ میں بعض اوقات دونوں لڑکیوں کے شریعت کے عطاکردہ حق مہر کو سلب کر لیا جاتا ہے۔

4: غگ کی تعریف

غگ ایک قبائلی رسم ہے۔ اس رسم کے مطابق کوئی بااثر شخص کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہو اور وہ جا کر اس لڑکی کے گھر کے باہر ہوائی فائرنگ کر کے مٹھائی بانٹے اور ساتھ یہ اعلان کر دے کہ اس لڑکی پر صرف میرا حق ہے تو لڑکی کے خاندان والے پابند ہوں گے کہ اس لڑکی کا رشتہ اس شخص سے طے کرے[30]۔

ما قبل گزر چکا ہے کہ نکاح میں بالغہ کو اپنے نفس کا اختیار دیا گیا ہے اور باپ کا اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کرانا شریعت کی خلاف ورزی ہے۔اسی طرح نابالغہ کے متعلق باپ کو اختیار حاصل ہے لیکن سوء اختیار ثابت ہونے کی صورت میں اختیار باطل ہوگا۔ جبکہ ونگ میں بالغہ لڑکی تو دور کی بات لڑکی کے باپ کی رضامندی بھی شامل نہیں ہوتی اور نابالغہ باپ کے ہاتھ سے اختیار قبیلے کے بااثر لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے اور باپ خود کو جرمانے اور قبیلے کی مخالفت سے بچانے کے لئے بیٹی کی مصلحت دیکھے بغیر اس کا رشتہ دے دیتا ہے۔ لہٰذا ونگ کی صورت میں کیا گیا نکاح چاہے بالغہ کا ہو یا نابالغہ کا، دونوں صورتوں میں شریعت کی خلاف ورزی ہے اور نکاح کی صحت مشکوک ہے۔

اسی طرح شریعت نے نکاح میں کفاءت کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، جبکہ ونگ کی صورت میں چاہے جیسا بھی لڑکا ہو لڑکی کے خاندان والے مجبوراً اس کو رشتہ دیتے ہیں اور شریعت کے اس حکم یعنی کفاءت کو مکمل طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔

عورتوں کے حقوق پر ونگ کے اثرات کا جائزہ

رسم ونگ عورت ہی نہیں بلکہ اس کے پورے خاندان کی آزادی چھیننے کے مترادف ہے، کیونکہ طاقتور شخص زبردستی کر کے ان کی رضامندی کے بغیر لڑکی پر اپنا حق جتاتا ہے اور لڑکی اور اس کے خاندان والے قبائلی روایات سے مجبور ہو کر رشتہ دینے پر راضی ہوتے ہیں۔ اگر لڑکی کے خاندان والے رشتہ دینے سے انکار کر دے تو ان کو جرمانہ اور علاقہ بدری کی صورت میں سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ جبکہ لڑکی تو انکار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ اس کے انکار سے پورے خاندان کے لئے مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ انکار کر بھی لے تو اس کے خاندان والے اس کو نکاح پر مجبور کر کے اس کے اختیار کا حق سلب کرتے ہیں۔

قرآن کے ساتھ شادی (حق بخشش) کی تعریف

صوبہ سندھ کے بعض علاقوں میں قرآن سے شادی یا حق بخشش کی رسم پائی جاتی ہے۔اس رسم میں لڑکی اپنی ساری زندگی قرآن کریم کے حفظ کے لئے وقف کرتی پھر ایک تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں لڑکی قرآن پر ہاتھ رکھ عہد کرتی ہے کہ وہ ساری زندگی قرآن سے نکاح میں رہے گی۔اس رسم کا بنیادی مقصد جائیداد میں لڑکی کے حصے پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔

رسم حق بخشش کا شرعی حکم

شرعی اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو حق بخشش یا قرآن سے شادی میں حرمت کی کئی وجوہات پائی جاتی ہیں۔ان

میں ایک غیر انسان سے شادی کرنا ہے، حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر انسانوں کو جوڑے بنانے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ ایک دوسرے سے نکاح کے ذریعے سکون حاصل کرے اور افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[31]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے بنادیئے تاکہ ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔"

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً[32]

"اے لوگوں اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتیں پھیلائی۔"

ان آیات کریمہ میں نکاح کی جو مصلحت بیان کی گئی ہیں، قرآن سے شادی میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں اور اس کے ساتھ اس میں قرآن کریم کی توہین کا پہلو بھی موجود ہے۔

اسی طرح اس رسم کا بنیادی مقصد چونکہ لڑکی کو وراثت میں اس کے حصے سے محروم کرنا ہوتا ہے، حالانکہ اصول شریعت میں اس عمل کو مذموم قرار دیا گیا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة[33]

"جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم رکھے گا۔"

قرآن سے شادی یا حق بخشش میں مندرجہ بالا قباحتوں کے علاوہ اور بھی لاتعداد برائیاں موجود ہیں اور شریعت میں اس عمل کی کسی صورت کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ عمل شریعت کی خلاف ورزی اور حرام ہے۔

عورتوں کے حقوق پر حق بخشش کے اثرات کا جائزہ

قرآن سے شادی یا حق بخشش کا طریقہ عورت کو شریعت کی عطا کردہ جائز حقوق سے محروم رکھنے کا سبب بنتا ہے۔ ان حقوق میں جائز طریقے سے جنسی ضروریات کو پورا کرنا اور جائداد میں مقرر کردہ حصہ لینا وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح شریعت نے اس کو نکاح کا جو اختیار دیا ہے، اس کو بھی سلب کرلیا جاتا ہے۔ معاشرے کی نظروں میں اس کو ایک ایسا مذہبی تشخص دیا جاتا ہے کہ جس کی پاسداری کرتے ہوئے وہ آزادانہ زندگی گزارنے سے محروم ہو جاتی ہے اور وہ ایک طرح سے اپنے گھر میں زندگی بھر کے

لئے قید ہو کر رہ جاتی ہے۔

6: نکاح میں اختیار سلب کرنا

خاندانی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے اور اسے پر سکون بنانے کے لئے شریعت نے نکاح میں تمام متعلقہ افراد کی رائے کا خیال رکھا ہے۔ مشاہدے سے ثابت ہے کہ جس نکاح میں شریعت کے احکامات کے مطابق تمام متعلقہ افراد کی رائے کا خیال رکھا جائے، وہ ایک پائیدار اور خوشحال زندگی کی بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کسی ایک بھی فریق کی عدم رضا کی صورت میں بننے والا تعلق ناپائیدار اور لاتعداد خاندانی مسائل کا سبب بنتا ہے۔

نکاح میں ایک فریق لڑکی ہے اور شریعت نے نکاح کو اس کی رضا سے مشروط کر دیا ہے جیسے حدیث مبارک میں آتا ہے:

الثيب أحق بنفسها من وليها والبكر تستأمر وإذنها سكوتها[34]

"ثیبہ کا اپنے نفس پر اختیار ولی کے مقابلے میں بڑھ کر ہے اور باکرہ سے اجازت لی جائے گی اور اس کی خاموشی اجازت ہے۔"

اسی طرح سنن ترمذی میں ایک روایت ہے:

اليتيمة تستأمر في نفسها، فإن صمتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها[35]

"لڑکی سے اس کے نکاح میں اجازت لی جائے گی۔ اس کا چھپ رہنا اس کی اجازت ہے اور وہ انکار کر دے تو اس پر کسی کو اختیار نہیں۔"

ان احادیث مبارکہ میں بالغہ لڑکی چاہے ثیبہ ہو یا باکرہ کو اس کے نفس کا اختیار دیا گیا ہے اور ولی کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ نکاح میں اس کی رضامندی معلوم کرے۔ بالغہ لڑکی کی رضامندی کو شریعت نے اس قدر اہمیت دی ہے کہ دور نبوی میں ایک بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے اس کی اجازت کے بغیر کرایا اور وہ اس رشتے سے ناخوش تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی شکایت پر نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا[36]۔

صاحبین کے نزدیک بالغہ لڑکی کا نکاح اگر ولی اس کی اجازت کے بغیر کر دے تو نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ اجازت دے تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر وہ اجازت نہیں دیتی تو نکاح باطل ہوگا[37]۔ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں بالغہ کی اجازت ضروری ہے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرانا شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی ہے۔

7: بیوگی اور طلاق کے بعد نکاح کا حق نہ دینا

شریعت اسلامی نے عورت کو بیوہ یا مطلقہ ہونے پر دوسرے نکاح کا حق دیا ہے تاکہ بیوگی اور طلاق کے بعد بھی

معاشرہ میں اس کی ضروریات پورا کرنے کا بندوبست موجود رہے۔ شریعت نے بیوہ کو شوہر کی موت کے چار ماہ دس دن کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت دی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[38]

"اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں ۔ پھر جب اپنی عدت پوری کر چکیں تو اگر وہ دستور کے موافق (نکاح) کریں، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔"

اسی طرح مطلقہ عورتوں کو بھی تین ماہواریوں تک انتظار کرنے کے بعد نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جیسے ارشاد ربانی ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ[39]

"اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض انتظار میں رکھیں۔"

شریعت نے ان کو یہ حق ان کی فطری ضروریات کو مد نظر رکھ کر دیا ہے جبکہ قبائلی روایات میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ جب عورت ایک مرتبہ کسی گھر میں بیوی کی حیثیت سے داخل ہو تو پھر موت تک ہر صورت میں اس پر وہاں رہنا لازم ہوگا۔ اسی سوچ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبائلی معاشرے میں اگر عورت بیوہ ہو جائے تو پہلے تو اسے دوسری شادی کی اجازت نہیں دی جاتی، حالانکہ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں واضح طور پر گزر چکا ہے کہ عدت پوری کرنے کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔

بعض اوقات بیوہ کا نکاح کروادیا جاتا ہے لیکن یہ نکاح مرے ہوئے شوہر کے بھائی یا کسی اور رشتہ دار سے ہونا ممکن ہے کیونکہ قبائلی علاقوں میں عورت ایک مرتبہ نکاح کے بعد سسرال کی عزت سمجھی جاتی ہے اور شوہر کی وفات کے بعد اس کا کسی اور خاندان میں نکاح کرنے سسرال کی بے عزتی تصور کی جاتی ہے، لہٰذا بیوہ ہونے کے بعد چاہے عورت سسرال میں رہنا چاہے یا نہ چاہے اسے بہر صورت وہاں زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے چاہے ساری زندگی شادی نہ کرنے کی صورت میں ہو یا کسی سسرالی رشتہ دار سے نکاح کی صورت میں، حالانکہ بیوہ کی نکاح کے متعلق شریعت میں واضح احکامات دیئے گئے ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

الثيب أحق بنفسها من وليها[40]

"شوہر دیدہ (بیوہ یا مطلقہ) کا اپنے نفس پر اختیار ولی کے مقابلے میں بڑھ کر ہے۔"

چونکہ قبائلی معاشرے میں عورت کو نکاح کے بعد اپنا جاگیر تصور کیا جاتا ہے، اس لئے شوہر کے گھر میں حالات جس حد تک بھی خراب ہو، شوہر بیوی کو کسی صورت طلاق نہیں دیتا بلکہ مرد طلاق کو اپنے لئے ایک گالی سمجھتا ہے اور یہی حال عورت کے اپنے خاندان کا بھی ہوتا ہے، حالانکہ دیکھا جائے تو شریعت نے طلاق کو ابغض المباحات قرار دینے کے باوجود شوہر و بیوی کی پُر

سکون زندگی کو ممکن بنانے کے لئے طلاق کا رستہ کھلا رکھا ہے[41]۔ اگر کسی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو پھر اس کے بعد اس کو نکاح کی اجازت نہیں دی جاتی، حالانکہ اللہ تعالی نے ان کو یہ حق تفویض فرمایا ہے کہ طلاق کے بعد وہ اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ[42]

"توان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں۔"

اسی طرح پہلے حدیث مبارک گزر چکا ہے کہ ثیبہ کو اپنے نفس کا اختیار حاصل ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ماسوائے سیدہ عائشہؓ کے جتنی شادیاں کیں، بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے کیں، اس میں بھی امت کے لئے واضح رہنمائی ہے کہ بیوہ اور مطلقہ سے شادی کرنا اور ان کو نکاح کی اجازت دینا ایک مستحسن امر ہے اور ان کو اس سے منع کرنا شریعت کی خلاف ورزی اور ان کی حق تلفی ہے۔

حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج کے خاتمے کے لئے تجاویز

شادی بیاہ سے متعلق ایسے رسوم ورواج جو حقوق نسواں کے منافی ہیں، سے لاتعداد معاشرعی مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ معاشرتی مسائل ایک صحت منداور خوشحال معاشرے کے قیام میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ لہٰذا ان ظالمانہ رسوم ورواج کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف فورمز پر ان کے تدارک کے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ملکی سطح پر اس کے روک تھام کے لئے قوانین وضع کئے گئے ہیں، لیکن یہ قوانین اب تک موئثر ثابت نہ ہو سکے۔ لہٰذا معاشرے کے ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایک خوشحال معاشرے کے قیام کے لئے ان رسوم ورواج کے خاتمے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، ذیل میں اسی حوالے سے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. اس مقصد کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں، جس کی تیاری میں معاشرے میں موجود تمام مکاتب فکر سے مشاورت کی جائے، تاکہ معاشرتی اور شرعی طور پر یہ قوانین قابل قبول ہو، کیونکہ یک طرفہ قوانین موئثر نہیں ہوتے۔
2. میڈیا کے ذریعے ان رسوم ورواج کی قباحت اور متعلقہ قوانین کی موئثر تشہیر کی جائے، چونکہ پاکستانی معاشرہ مذہب سے لگاؤ رکھتا ہے، اس لئے مذہبی طبقہ کی خدمات اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔
3. تعلیمی نصاب میں اس حوالے سے ابتدائی سطح سے شعور پیدا کرنے والے مضامین شامل کئے جائیں، جس میں انسانوں کے مابین باہمی برابری، حقوق العباد کی ادائیگی کی فضیلت، ان کی عدم ادائیگی کی مذمت اور عورتوں کے حقوق حوالے سے شرعی و وضعی قوانین کو موئثر طور پر اجاگر کیا جائے۔

نتائج بحث

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو برابر کے حقوق دے کر اس کی پاسداری کا حکم دیا۔ عورت کو کسی بھی صورت کم تر سمجھنا جاہلیت ہے، ساتھ ہی یہ شریعت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ شریعت اسلامی میں عورت کو ذاتی معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ عورت کو بدل صلح یا دوسرے نکاح کے بدلے دینا، کسی بھی وجہ سے اس کا اختیار سلب کرنا، اس کو میراث سے محروم کرنا اور اس کو نکاح پر مجبور کرنا شریعت کی خلاف ورزی اور ناجائز ہے۔ عورتوں کے حقوق کے منافی رسوم ورواج کے خاتمے کے لئے کوشش کرنا ہر فرد کی مذہبی و قومی ذمہ داری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن الاثیر، مبارک بن محمد بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث 1: 232، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1399ھ
2 اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا عرف وعادت: 16، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2013ء
3 Dr.Sultan-I-Rome ,Pukhtu: The Pukhtun Code of Life, pp:12 valley swat.com
4 عرف وعادت: 17
5 سورہ النساء 4: 124
6 سورۃ البقرۃ 2: 228
7 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم، حدیث (101) دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ
8 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجہا ابوہا ولا یستأمرہا، حدیث (2096)، المکتبۃ العصریۃ، بیروت (س۔ن)
9 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی اکراہ الیتیمۃ علی التزویج، حدیث (1109) شرکہ مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، 1395ھ
10 Atayee,M Ibrahim ,A Dictionary of Terminology of Pashtuns Tribal Customary Law and Usages, pp:92, International Center For Pashto Studies of Science of Afghanistan,Kabul,1979
11 احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، مسند النساء، حدیث خنساء بنت خذام عن النبی ﷺ، حدیث (26787)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1421ھ
12 الزحیلی، ڈاکٹر وہبۃ بن مصطفی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج 8: 129، دار الفکر معاصر، دمشق، 1418ھ
13 البغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن 4: 314، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ
14 مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث ابی رمثۃ من النبی ﷺ، حدیث (7106)
15 ملا علی قاری، علی بن محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 6: 2272، دار الفکر، بیروت، 1422ھ

16 ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب لایجنی احد علی احد، حدیث(2669) دار احیاء الکتب العربیۃ، حلب (س-ن)

17 سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب فی الصلح، حدیث(3594)

18 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق 7: 257، دار الکتاب الاسلامی، بیروت (س-ن)

19 سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب فی الصلح، حدیث(3594)

20 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الثیب، حدیث(2098)

21 الشیبانی، محمد بن الحسن، الحجۃ علی اہل المدینۃ 2: 142، عالم الکتب، بیروت، 1403ھ

22 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمحتار علی الدر المختار 3: 67، دار الفکر، بیروت، 1412ھ

23 A Dictionary of Terminology of Pashtuns Tribal Customary Law and Usages,pp:103

24 مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم، حدیث(8692)

25 السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط 5: 94، دار المعرفۃ، بیروت، 1414ھ

26 Harmful Traditional Practices and Implementation of the Law on Elimination of Violence against Women in Afghanistan, , UNAMA, Kabul ,2010,p: 15

27 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی تحریم نکاح الشغار ع وبطلانہ، حدیث(1415) دار احیاء التراث العربی، بیروت (س-ن)

28 ابن الہمام، محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر 3: 338، دار الفکر، بیروت (س-ن)

29 الجزری، عبد الرحمٰن بن محمد عوض، الفقہ علی مذاہب الاربعۃ 4: 116، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1424ھ

30 Pukhtu: The Pukhtun Code of Life, pp:12

31 سورۃ الروم 30: 21

32 سورۃ النساء 4: 1

33 سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، حدیث(2703)

34 صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت، حدیث(1421)

35 سنن الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی اکراہ الیتیمۃ علی التزویج، حدیث(1109)

36 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجھا ابوھا ولا یستأمرھا، حدیث(2096)

37 اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، جبری شادی کا حکم: 53، ادارۃ القرآن، کراچی، 2009ء

38 سورۃ البقرۃ 2: 234

39 سورۃ البقرۃ 2: 228

40 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الثیب، حدیث(2099)

41 الزحیلی، ڈاکٹر وہبۃ بن مصطفی، التفسیر الوسیط: 165، دار الفکر، دمشق، 1422ھ

42 سورۃ البقرۃ 2: 232